

عمر مبارک

۱۹۹۳ء

جامع الفردوس الہاد کوٹلی راولپنڈی



الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ  
أَمَّا بَعْدُ :

برادرانِ اسلام! آپ پر واضح ہے کہ قبلہ۔ عالم حضرت خواجہ محمد سلطان  
عالم رحمۃ اللہ علیہ کے حضور اظہارِ عقیدت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ ہر سال ۹ مئی کو  
حضور قبلہ۔ عالم کے یوم وصال پر اجتماع کا مقصد ان کی تعلیمات سے آگاہی حاصل  
کرنا ہے تاکہ ان تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنے اعمال کا احتساب کر سکیں۔

گزشتہ برس اس موقع پر قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متعلق کچھ  
معلومات مہیا کی گئی تھیں۔ آج کے اجتماع میں ان کی روحانی زندگی کے بعض دیگر  
پہلو اجاگر کیے جائیں گے۔ آپ کا شمار حلقہ۔ صوفیاء میں ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کے  
سلوک اور عملی زندگی پر گفتگو کرنے سے پہلے تصوف سے متعلق پھیلے ہوئے بعض  
اثرات کی وضاحت ضروری ہے۔

بعض حلقوں کا خیال ہے کہ تصوف اسلامی کی اصل رہبانیت ہے اور  
اسلام کا تشخص لَا رِبَّانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ سے ظاہر ہے، لہذا تصوف کی اصل اسلام  
نہیں عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت ہے۔ اس کے نظریات اور خیالات ان کے  
فلسفہ سے مستعار لیے گئے ہیں۔ جو حلقے تصوف اسلامی کی اس بنا پر مخالفت کرتے  
اور اسے رہبانیت قرار دیتے ہیں وہ دراصل اسلامی تصوف کی روح سے ناواقف ہیں۔

تصوف عین اسلام ہے اور یہ رہبانیت کا استناہی مخالف ہے جتنا خود اسلام۔ جن ذہنوں میں یہ غلطی موجود ہے کہ تصوف کی اصل رہبانیت ہے ان کی آگاہی کے لئے کچھ اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ تصوف عین اسلام ہے۔

تاریخ انقلابات عالم کے مصنف لکھتے ہیں: اسلام رہبانیت کا قائل نہیں۔ (حدیث) خدا شناسی کا راستہ یہ نہیں کہ دنیا سے منہ موڑ کر انسان کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے بلکہ زندگی کی دوڑ میں اسے سب کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے اور اپنی قوت بازو سے اپنے لیے روزی حاصل کرنا چاہیے۔

داغی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: ”جائز و سائل سے اپنے لیے معاش پیدا کرنا عبادت کے بعد سب سے پہلا فرض ہے (کنز العمال) ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حج کی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی روزی پیدا کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لیے محنت و مشقت کیے بغیر رات کو بستر پر نہ جاؤ۔ (کنز العمال) ایک اور موقع پر معاشی جدوجہد کو استناہم قرار دیا کہ ارشاد ہوا: ”تمہارے بہت سے گناہوں کا کفارہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ تم محنت و مشقت سے اپنی روزی آپ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔“ (طبرانی)

خلیفہ دوم جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”خبردار! طلبِ معاش کی جدوجہد سے غافل ہو کر کبھی نہ بیٹھنا چاہیے۔“ (احیاء العلوم) اس قول کی تشریح میں احیاء العلوم کے شارح علامہ مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں: ”آدمی پر فرض ہے کہ وہ معاش حاصل کرنے کے لیے راتج الوقت پیشوں میں سے کسی جائز پیشے کو ضرور اختیار کرنے اور اس سے غفلت نہ برتنے۔“ (اتحاف السادة)

## اسلامی تصوف کی اصل

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف کی اصل کے متعلق نہ تو یورپین مستشرقین کے نظریات صحیح ہیں اور نہ ہی اسلامی تصوف عیسائی روحانیت کا نتیجہ ہے بلکہ خود اسلام ہی اس کی اصل اور منبع و ماخذ ہے۔ تصوف کی روح اسلام میں ابتدا ہی سے موجود تھی۔ اس کے اجزائے ترکیبی حب الہی، فقر غمیور، ذکر الہی، ایثار اور تقناعت و توکل وغیرہ کی اصل قرآن اور حدیث سے ثابت ہے (اسلامی تصوف اور اقبال)

اسلام میں ابتدا ہی سے تصوف کی روح عملی طور پر موجود تھی لیکن دوسرے علوم (مثلاً علم الحدیث، علم الفقہ، علم التفسیر وغیرہ) کی طرح اس نے علمی صورت زمانہ مابعد میں اختیار کی۔ جس طرح مذکورہ علوم و فنون اسلام کے غیر متناہک اجزاء شمار کئے جاتے ہیں اسی طرح علم تصوف قطعاً اور حقیقتی طور پر اسلامی ہے۔ محض اس لیے کہ تصوف نے علمی صورت بعد میں اختیار کی اسے غیر اسلامی عناصر کا مجموعہ نہیں کہا جاسکتا۔ تصوف کے سب عناصر کا عملی وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں پایا جاتا تھا (اسلامی تصوف اور اقبال)

چنانچہ امام قشیری کی تحقیق کے مطابق لفظ ”صوفی“ ۲۰۰ ہجری سے کچھ پہلے مشہور ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس زمانہ کے افاضل ”صحابہ“ کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ کسی دوسرے لقب کی انہیں ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ صحابیت سے ہتر کوئی فضیلت ممکن نہیں۔ جن بزرگوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت اختیار کی وہ اپنے زمانہ میں ”تابعین“ کہلاتے اور تابعین کے فیض یافتہ حضرات اپنے زمانے میں ”تابع تابعین“ کے ممتاز لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

Marfat.com

Marfat.com

ترک دنیا اور ترک اسباب، رہبانیت، بے عملی، سستی اور کاہلی کی تلقین کی ہے۔ البتہ متاخرین میں سے بعض نام نہاد صوفیوں کے ہاں یہ عناصر اس طرح گھل مل گئے ہیں جس طرح دین اور دیگر امور معاشرت میں غیر اسلامی عناصر داخل ہو گئے ہیں جن سے اصلیت پر پردہ پڑ گیا ہے۔ چنانچہ دور انحطاط میں تصوف کا عملی پہلو ایک رسمی چیز بن کر رہ گیا ہے اور بقول عباس شستری ”آہستہ آہستہ یہ محض ایک خیال، نیم مذہبی رسم، ایک بے عمل اور با آرام زندگی کا وسیلہ، گداگری کا پہانہ اور جاہل و سادہ لوگوں کو دھوکہ دینے کا ذریعہ بن گیا۔ (سبک شناس)

اس سلسلہ میں تاریخ تصوف اسلام سے ایک دلچسپ قول پیش کیا جاتا ہے جو مستصوفین کی صحیح عکاسی کرتا ہے: ”تصوف حال تھا لیکن اپنے دور انحطاط میں برا حال بن گیا۔ وہ احتساب تھا لیکن اس نے اب اکتساب کی صورت اختیار کر لی۔ وہ استعارہ تھا مگر اب اشتہار نظر آنے لگا۔۔۔۔۔۔ پہلے وہ صدور کی عمارت تھا۔ اب غرور کا مرکز بن گیا ہے۔ پہلے وہ تقشف تھا اب تکلف کا جامہ اس نے پہن لیا۔ پہلے وہ تخلیق تھا اب تملق بن گیا۔ پہلے وہ قناعت تھا اب اس نے مجاعت کا روپ دھار لیا۔“

### حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تجدیدی مساعی

لیکن اس دور انحطاط میں بھی برصغیر پاک و ہند میں ایسے باکمال صوفیاء کا وجود ملتا ہے جنہوں نے تصوف کی اصل روح کو قائم رکھا۔ اپنے تجدیدی کارناموں سے اسے نئی زندگی بخشی اور اس کی اصل روح سے عوام کو متعارف کرایا۔ چنانچہ ”نظریہ توحید“ کے مصنف نے لکھا ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی تصوف میں جو غیر اسلامی عناصر داخل ہو گئے تھے انہیں خارج کرنے کی کوشش

کی۔ اس عہد میں اکثر و بیشتر صوفیاء عقیدہ کے لحاظ سے یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ احکام شریعت کی تکذیب کرتے اور تصوف کے مقابلہ میں شریعت کو سطحی قرار دیتے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارناموں میں سے ایک ”نظریہ عبودیت“ ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور بندہ ممکن الوجود۔ وہ ذات قدیم ہے اور بندہ حادث۔ لہذا بندہ اور خدا کے درمیان اتحاد و حلول کی آمیزش اس ذات کی شان میں عیب ہے۔ ان خیالات کا سراغ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ اسلامی تصوف اور اقبال کے مصنف نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے: ”عام طور پر صوفیاء کے نزدیک فنا و بقا سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنی ذاتی خودی اور وجود کو خدا کی ذات میں گم کر کے اس کے ساتھ باقی اور قائم ہو جاتے لیکن شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تردید کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حادث کا قدیم میں اور عابد کا معبود میں گم ہو کر متحد اور متصل ہونا ایک امر محال ہے۔“

### حضرت قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ کا اندازِ فکر۔

اب ان تشریحات کی روشنی میں قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ طرز فکر کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ حلقہ۔ صوفیاء میں ان کے مقام کا تعین ہو سکے۔ آپ مسلک نقشبندی مجددی تھے۔ پھر سلوک میں آپ کی تربیت ایسے مشائخ کی توجہ سے انجام پائی جو اس گئے گزرے دور میں مستثنیات کی حیثیت رکھتے تھے۔ جن کے نزدیک سلوک شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں۔ وہ شریعتِ مطہرہ کا ہی ایک جزو ہے جو فکر و عمل میں نکھار اور حسن پیدا کرتا ہے۔ تصفیہ۔ قلب اور تزکیہ۔ نفس کرتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں مدد و معاون ہوتا ہے۔ ان مشائخ کے نزدیک سلوک خود شناسی اور خدا شناسی کا ذریعہ ہے۔ دنیا طلبی ان کے پیش نظر نہ تھی اور نہ اسے جلبِ زر کا ذریعہ بنایا بلکہ طالبانِ حق کو ہمیشہ لقمہٴ حلال کی ترغیب دی۔ آپ ان پاکیزہ ہستیوں کی توجہ سے پروان چڑھے اور شیخِ طریقت کہلانے۔

آپ شیخِ طریقت تھے اور بڑی تعداد میں آپ کے عقیدت مند موجود ہیں۔ اس کا اظہار ہر سال ۹ مئی کو ہوتا ہے۔ ان عقیدت مندوں کا اندازِ فکر و عمل خود اس امر کا ثبوت ہے کہ قبلہ۔ عالمِ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی کس انداز میں تربیت کی۔ آپ کا اندازِ عین سلف صالحین کا انداز تھا جس میں رہبانیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ قرآن مجید اس زندگی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جو جدوجہد سے گریز کرے۔ امت مسلمہ کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ زندگی کی کشمکش سے گریز راہب اور جوگیوں کا عقیدہ ہے جو وصالِ الہی کی جستجو میں کشمکشِ حیات سے منہ موڑ کر الگ گوشہ۔ تنہائی میں غیر فطری ریاضتوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اسلام حیاتِ اجتماعیہ کی تعلیم دیتا اور کہتا ہے۔

رِجَالٌ لَا تُلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ

یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ انہیں کوئی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ

کے ذکر، اقامت نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کر سکتی۔

مومن کی زندگی احکامِ الہی کے تابع رہتی ہے اور اس کا ما حاصل ”سعی للبقا“ کی جگہ ”سعی للاتقاء“ یعنی دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے۔ دنیا اس وقت مذموم ہے جب وہ خدا سے غفلت کا باعث بنے۔ اور جب ہر عمل میں خدا کی یاد اور

اس کی رضا ملحوظ رہے تو یہی دنیا محمود بن جاتی اور مزروعِ آخرت کہلاتی ہے بقول مولانا

روم رحمۃ اللہ علیہ

چیت دنیا؟ از خدا غافل بدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ خود زمیندار تھے۔ حسب ضرورت زمینداری کا شغل رکھتے، کھیتی باڑی کرتے، دیگر ضروری امور اپنے ہاتھوں انجام دیتے اور بعض دفعہ سنگیوں کو کھیتی باڑی کے رموز بھی سکھاتے۔ ایک دفعہ آپ رجور گاؤں سے گزر رہے تھے۔ ایک سنگی کھلیان میں غلہ سے بھوسہ الگ کر رہا تھا۔ آپ رک گئے۔ پھہ اور ترنگل لے کر عملی طور پر انہیں دکھایا کہ اس طرح عمل کرو اور ہر سانس کے ساتھ اسم ذات کا ذکر جاری رکھو۔ گویا ذکر الہی اور عمل میں ایسا تال میل رہے کہ انسان کی ہر حرکت اور عمل عبادت بن جائے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ زندگی صرف ان لمحات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزریں۔ اس کے برعکس جو لمحات غفلت میں گزریں وہی ہوا و لعب ہیں۔ اس لئے کوشش ہونی چاہیے کہ زندگی کا ہر عمل عبادت بن جائے۔

اکثر عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ آپ انہیں سلوک کی تربیت دیتے اور اوراد و وظائف تلقین کرتے۔ عبادت کا شوق ابھارتے اور ساتھ ساتھ عملی زندگی گزارنے کے ڈھنگ ان کی استعداد کے مطابق سکھاتے۔ بعض کو ملازمت کی ترغیب دیتے، بعض کو تجارت اور دیگر کاروبار کی تحریک کرتے اور انہیں محنت و مشقت سے روزی کمانے کا احساس دلاتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ عند اللہ

کامیاب زندگی کا راز ”ہتھ کارؤل دل یارؤل“ میں مضمون ہے۔ آپ محنت و مشقت پر زور دیتے کیونکہ آپ کے نزدیک سوال نفی ذات اور ذلت کی علامت ہے۔ آپ کا عمل اس حدیث مبارکہ پر تھا:

### الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى

یعنی بلند ہاتھ بہت بہت ہاتھ سے بہتر ہے۔

تاریخ اسلام میں ”سوال“ کی مذمت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یوں آتا ہے کہ آپ سفر میں اونٹ پر سوار تھے۔ ہاتھ سے تازیانہ گر پڑا۔ شتر بان نے چاہا کہ اٹھا کر آپ کو دے دے مگر آپ نے اس معمولی کام کے لئے بھی منت پذیر غیر ہونا گوارا نہ کیا بلکہ خود اتر کر تازیانہ اٹھالیا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب یہی تھا۔ آپ عقیدت مندوں میں اپنے فکر و عمل سے جذبہء کار پیدا کرتے۔ آپ نے نہ تو سلوک کو ذریعہ معاش بنایا اور نہ ہی اسے غیر شرعی تصورات سے داغدار کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے اکثر خلفاء ملازمت پیشہ تھے۔ آپ نے تقوف میں عملیات کے دخل کو پسند نہیں کیا۔ آپ کے نزدیک یہ دور انحطاط کا ایک معاشی حیلہ ہے۔ البتہ آپ آیات قرآنی اور کلمات مقدسہ کی تاثیرات کے قائل تھے کیونکہ ان کی سند سلف صالحین تک پہنچتی ہے۔

### مقاصد السالکین اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے جا ملتا ہے۔ آپ کے

مورث اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ گکھڑ حکمرانوں کے دور میں ان کی خواہش پر ریاست میرپور میں تشریف لائے اور قاضی القضاة کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ ان کا مزار مبارک ۱۹۶۶ء تک میرپور شہر میں عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ اب وہ مزار مبارک جامع الفردوس اگہار کے پہلو میں مرجع خلائق ہے۔ آپ علم و فضل میں تو کامل تھے ہی مگر تصوف میں بھی آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ کی ایک نادر تصنیف کا مخطوط اب بھی خاندان کی تحویل میں ہے۔ یہ مخطوط تصوف کے موضوع پر ہے اور اس سے تصوف میں ان کے خیالات کی گہرائی اور گیرائی کا پتہ چلتا ہے۔ زمانہ کی دست برد سے ان کا کتابی ذخیرہ تو ضائع ہو گیا مگر خاندان نے حسب استطاعت ان کی تقلید میں شریعت اور طریقت کے دامن کو تھامے رکھا۔ اس پر خود بھی عمل پیرا ہے اور طالبان حق کی بھی راہنمائی کرتے رہے۔ اس طرح شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت بھی شروع ہی سے خاندان کے مزاج میں داخل ہے۔

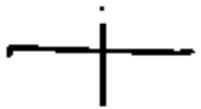
اس خاندان میں حصول علم کی بسم اللہ ہی قرآن خوانی سے ہوتی ہے۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خاندانی رواج کے مطابق ضروریات دین کا علم حاصل کرنے کے بعد جب سلوک کی وادی میں قدم رکھا تو قدرت نے آپ کو ایک عالم دین اور باکمال صوفی کی دہلیز پر لا ڈالا۔ آپ حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت باولی شریف حاضر ہوئے اور کم و بیش بارہ برس تک آپ نے سلوک کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر تقریباً اتنے ہی برس آپ کو وقت کے نامور صوفی اور شیخ حضرت حافظ محمد حیات رحمۃ اللہ علیہ ڈھنگروٹ شریف سے کسب سلوک کا موقع ملا۔ اس دوران آپ نے بالواسطہ پیر سید محمد نیک عالم شاہ میرپوری رحمۃ اللہ علیہ جو

علم و فضل کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی منفرد مقام رکھتے تھے، سے اکتسابِ فیض کیا۔ یوں آپ نے کم و بیش تیس سال اس وادی میں گزارے۔

یہ واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے نزدیک تصوف شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں۔ تصوف ایک ایسا مسلک ہے جس کی آج تک کوئی جامع تعریف نہیں ہو سکی کیونکہ یہ ایک ذاتی، تجرباتی، ذوقی اور وجدانی شے ہے۔ ہر ایک کا ذوق اور وجدان الگ ہے۔ جس کا ذوق جتنا زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ حقیقت الامر کو سمجھ سکتا ہے۔ بہر حال اگر تصوف کے مطالب کو احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تلاش کیا جائے تو ایسا مرتب ہوتا ہے کہ وہ شخص جو احکام الہی کو اپنے قلب کی گہرائیوں میں محسوس کر کے ”محسن“ بنتا ہے۔ وہی صوفی ہے اور اس کا یہ ”احسان“ تصوف ہے۔ حدیث شریف میں احسان کی تعریف میں آیا ہے کہ ”تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی حالت میں کرے کہ گویا اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو دیکھ نہیں رہا تو بے شک وہ تجھے دیکھ رہا ہے“ (اسلامی تصوف اور اقبال)

اس تیس سالہ تعلیم و تربیت کے علاوہ بے شمار صوفیاء کرام کے واقعات آپ کی نگاہ سے گزرے۔ تصوف کی کئی کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا مگر جو کتاب سلوک میں آپ کی رفیقِ حیات رہی وہ ”مقاصد السالکین“ تھی۔ یہ کتاب آپ کے صوفیانہ مزاج کے موافق تھی۔ آپ خود بھی اس کا مطالعہ کرتے اور سنگیوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ اس کتاب میں تصوف کی تعلیم شریعت کے مطابق دی گئی ہے اور مقامِ عبدیت کے حصول کے طریقے بیان کیے گئے ہیں جو مجددیوں کے نزدیک سلوک میں انتہائی اہم مقام ہے۔ اسی طرح نظم میں آپ کو شیخ عطار کا



پند نامہ بہت پسند تھا۔ اس کا یہ شعر اکثر آپ کی زبان مبارک پر رہتا۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست  
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

### مکارم اخلاق اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ مجسمہ ادب اور اسلامی اخلاق کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ نے کم و بیش بارہ برس باولی شریف میں گزارے۔ آپ کے وصال کے بعد جب قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کو باولی شریف جانے کا اتفاق ہوا تو قبلہ مائی صاحبہ باولی شریف نے تعزیت فرمائی اور ان کے قیام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ قاضی صاحب کا ادب نقطہ۔ عروج پر پہنچا ہوا تھا۔ آپ اکثر شیخ کا جسم دباتے مگر پاؤں کبھی چارپائی پر نہ رکھا۔ تہجد کے لئے ان کی ضروریات تیار کرتے۔ گرمیوں میں رات بھر پنکھا جھلاتے اور جب آرام کرنے کے لئے کہا جاتا تو خاموشی سے ٹال دیتے مبادا کہ گرمی کی وجہ سے شیخ کو تکلیف ہو۔ دن بھر لنگر کا کام انجام دیتے۔ بوقتِ ضرورت کنویں سے پانی کشید کرتے۔ شیخ طریقت زمیندار تھے۔ زمین کے کاروبار میں بھی ان کا ہاتھ بٹاتے۔ بستی میں بارہ برس اس انداز سے گزارے کہ آپ کی موجودگی کسی پر گراں نہیں گزری۔ الغرض آپ کی طبیعت میں ادب کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا دور جو تقریباً اتنے ہی عرصے پر محیط تھا، ڈھنگر ڈٹ شریف میں گذرا۔ وہاں بھی آپ نے حسن اخلاق کے انمٹ نشانات بچھوئے۔ شیخ کی خدمت اور اطاعت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اس حد تک اپنے شیخ کا

اعتماد حاصل کیا کہ ان کے نزدیک آپ بھی حلقہ فرزندگی میں سمجھے جاتے اور فرزندوں کی طرح آپ پر پورا پورا اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپ کی ہمیشہ کوشش رہی کہ شیخ کے ہر اشارے کی تعمیل بحسن و خوبی ہو۔ آپ کی انکساری اور خلوص سے متعلق بعض سنگیوں کی روایت ہے کہ آپ لنگر تقسیم کرتے اور اپنی ذات کے لئے سنگیوں کے بچے ہوتے ٹکڑوں کو سالم روٹی پر ترجیح دیتے۔

جب آپ نے مسند ارشاد پر بیٹھ کر لوگوں کو ”اللہ اللہ“ سکھانا شروع کیا تو سنگیوں کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی سادگی اور حسن اخلاق قابل ستائش تھا۔ آپ سنگیوں کی خدمت کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ بعض اوقات خود ان کے ہاتھ دھلاتے، کھانا کھلاتے اور خود بھی ہمراہ کھاتے اور اس خدمت پر مسرت کا اظہار فرماتے۔ اگر کوئی سنگی یہ خدمت انجام دینے پر اصرار کرتے تو آپ فرماتے کہ بھائی اس ثواب سے محروم نہ کریں۔ جب کسی سنگی کو الوداع کرتے تو مقرر شدہ نشان تک رخصت کرنے آتے۔ آپ نے ہر سمت رخصت کرنے کے لئے نشان مقرر کر رکھے تھے۔

سنگیوں کا اظہار ہے کہ ان کی گفتگو اس قدر شیریں، سادہ اور موثر ہوتی کہ فوراً دل میں اتر جاتی گویا بقول شخصے ”مصری کی ڈلی“ تھی۔ ان کی گفتگو کا دائرہ اسلامی تعلیمات میں منحصر اور ان کی توجہ سنگیوں کی ظاہری و باطنی اصلاح پر مرکوز رہتی۔ پرانے سنگیوں کا اظہار ہے جن میں ساتیں حسن صاحب زلفاں والے بھی شامل ہیں کہ آپ بعض اوقات سنگیوں کو نماز کی عملی تعلیم دیتے۔ خود نماز پڑھ کر بتاتے۔ تعدیل ارکان حتیٰ کہ دونوں پاؤں کے درمیانی فاصلہ تک کا شعور عطا کرتے۔ یہی ساتیں حسن صاحب ہیں جن کی کندور مسجد میں ظہر کی نماز نے مولانا بقا۔ محمد صاحب کو

گر دیدہ کیا اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر لاڈالا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے متعلق ساتیں حسن صاحب (زلفاں والے) کے یہ سادہ سے الفاظ کافی ہیں کہ: ”خود بے علم ہوں مگر اہل علم کی محبت میں بیٹھنے کا اکثر موقع ملا۔ ان کی باتیں سنیں اور ان سب کو قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں پایا۔“ ساتیں حسن صاحب نے بتایا کہ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر سنگیوں کو تلقین کرتے کہ انسان میں تین قوتیں ایسی ہیں جنہیں اگر عقلِ ملکیہ کے تابع نہ لایا جائے تو ذات کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔ یہ قوتِ ثہویہ، بہیمیہ، قوتِ واہمیہ شیطانیہ اور قوتِ غضبیہ سبعیہ ہیں جن کو قرآنِ پاک کی اصطلاح میں فحشاء، منکر اور بغی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان قوتوں کی اصلاح پر انسان کی اصلاح کا دار و مدار ہے۔ احکامِ شریعت کی پابندی ہی سے ان کی اصلاح ممکن ہے۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود شریعتِ مطہرہ کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ فرمایا کرتے: اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ میرا تعلق اس خاندان سے ہے جس میں اکثر اسخون فی العلم ہوتے ہیں۔ آپ اتباعِ سنت میں اس حد تک احتیاط برتتے کہ آپ کا عصا مبارک بھی سنت کے مطابق تھا جس کا نمونہ سیرت کی کتابوں میں آیا ہے۔ کوزہ کی ٹوٹی اور پاپوش کا رخ بھی ہمیشہ قبلہ کی سمت رہتا۔

### احکامِ شریعت کا احترام

آپ خلافِ شریعت کسی بات سے موافقت نہیں کرتے تھے۔ جہاں کوئی چیز شریعت کے خلاف دیکھی طبیعت میں انقباض پیدا ہوا۔ طبیعت کی لطافت خلافِ شریعت امور سے فوراً ابا کرتی اور آپ کا چہرہ مبارک متخیر ہو جاتا مگر آپ درشتی یا خشکی کا ظہار نہ کرتے۔ ناصحانہ انداز اختیار کر کے غلطی کا احساس دلانے کی کوشش

کرتے۔ آپ بحث مباحثہ یا مناظرہ کے قائل نہ تھے کیونکہ آپ پر تصوف کا اثر غالب تھا۔ محویت اور توجہ الی اللہ سرمایہء حیات تھے۔ آپ خود تو بحث مباحثے یا مناظرے میں شرکت نہ کرتے مگر کسی سنگی کو شرکت کرنے پر منع نہ فرماتے۔ مناظرے میں دلچسپی لینا آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھا کیونکہ اس کا تعلق علم الکلام سے ہے جبکہ تصوف کا میدان ذکر و فکر، تدبر و تفکر اور اس کی ضرورت تخلیہ ہے۔ سنگیوں کی رہنمائی کے لئے آپ عملی نمونہ پیش کرتے۔ آپ عملی زندگی میں سلف صالحین کے پیرو تھے۔ اپنی مجلس میں وقت کی مناسبت سے قرآن و سنت کی روشنی میں گفتگو کرتے۔ اختلافی مسائل اور مختلف مذہبی فرقے آپ کی گفتگو کا موضوع نہ ہوتے اور کسی کو آپ کی مجلس میں ایسے موضوعات زیر بحث لانے کی اجازت نہ ہوتی۔ اسی طرح اپنی مجلس میں کسی سے متعلق اچھی بات کو پسند فرماتے مگر کسی کی ہجو، غیبت یا برائی گوارا نہ تھی۔

آپ بحیثیت انسان سب کا احترام کرتے۔ بیان ہو چکا ہے کہ آپ کا ادب نقطہء عروج پر رہا۔ چھوٹا ہو یا بڑا آپ ادب سے پیش آتے۔ انسانی مراتب کے فرق جو انسانوں نے پیدا کر رکھے ہیں آپ کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ انسانی اونچ نیچ کا آپ کے ہاں کوئی تصور نہ تھا۔ البتہ تقویٰ اور دینداری کی آپ کے ہاں بڑی قدر تھی۔ آپ ملنے والوں سے مصافحہ فرماتے اور معانقہ بھی کرتے۔ اپنی ذات کے لئے آپ نے کبھی دست بوسی اور قدم بوسی پسند نہیں فرمائی۔ البتہ اپنے شیوخ کی ازراہ انکساری و فرط اخلاق محبت آپ دست بوسی بلکہ قدم بوسی بھی کرتے رہے۔ ماسوی اللہ کسی کے لیے سجدہ جائز نہیں سمجھتے تھے خواہ اسے کوئی نام دیا جائے۔ آپ کے اعلیٰ اخلاق اور حسن مروت کی تعریف آپ کے ہم عصر صوفیاء نے بھی کی ہے۔

آپ سنگیوں میں گھل مل کر بیٹھتے۔ کوئی امتیازی نشان نہ تھا جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ آپ امیر مجلس ہیں۔ لباس نہایت سادہ، موٹا اور کھردرا، کھانا نہایت سادہ اور اکثر روٹی اور چٹنی پر مشتمل ہوتا۔

## کشف و کرامات

آپ کی ذات میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی تھی۔ اگر کوئی سنگی تجربے اور مشاہدے کی بناء پر کسی کشف و کرامت کا بیان کرتا تو آپ کی بے ریا طبیعت پر اتنا اثر ہوتا کہ آپ جھینپ جاتے اور اس انتساب پر حیا محسوس کرتے ہوئے فرماتے: ”بھائی یہ سلسلہ کی برکت ہے ورنہ یہ بندہ عاجز کس کام کا ہے۔“ آپ نے ہمیشہ اس تاثر کو زائل کرنے کی کوشش کی کہ آپ کی جانب کوئی تقصیر یا کرامت منسوب کی جائے کیونکہ آپ شریعتِ مطہرہ کی چار دیواری سے قدم باہر نہ نکالتے تھے۔ آپ کی مجالس میں ان کا اظہار بھی ہوتا رہتا بلکہ بزرگوں کی کرامات کا ذکر بھی ہوتا مگر آپ انہیں شریعت میں دلیل اور حجت تصور کرتے نہ ہی احکام شریعت کے مقابلہ میں انہیں زیادہ اہمیت دیتے۔ آپ کے نزدیک سب سے بڑا تقصیر اور سب سے بڑی کرامت احکام شریعت کی کامل اتباع تھی۔ اس پر خود بھی عمل پیرا رہے اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین عمر بھر کرتے رہے۔

مولانا عبدالخالق چھاچھی جو سلسلہ قادریہ میں ترنگ زنی والوں کے دست گرفتے تھے جب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ ہوئے تو وہ اپنے واردات اس طرح بیان کرتے ہیں: ”ایک دن میں بیچپیاں شریف مسجد میں موجود تھا۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی۔ وہ اس پر ادھر ادھر طائرانہ نظر ڈال

رہے تھے! مجھے بلایا اور فرمایا: ”ذرا یہ لفظ دیکھو کیا ہے؟ کتاب ان کے ہاتھ میں تھی۔ جب میں جھکا تو میرے بدن کا جو حصہ آپ کے جسم سے مس ہوا اس میں ”اللہ اللہ“ کی آواز پیدا ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں عالم ہوں۔ اکثر مشائخ کے آستانوں کی خاک چھانی ہے۔ مجھے اس کیفیت پر حیرت نہ ہوئی کیونکہ میں نے قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو قریب سے دیکھا ہے۔ فرض تو فرض رہے آپ کے مستحبات بھی کبھی ترک نہیں ہوتے۔ ایسے کامل سے اس قسم کے تصرفات کا صدور اچھے کی بات نہیں۔ احکام شریعت پر آپ کی مواظبت ہی نے ہمیں گرویدہ کر رکھا تھا ورنہ ہم مولوی کب کشف و کرامات پر دھوکہ کھاتے ہیں۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ صدقِ مقال اور رزقِ حلال پر بڑا زور دیتے۔ سنگیوں سے اپنی مجالس میں فرماتے کہ محنت سے روزی کمانا، رزقِ حلال پر انحصار کرنا، حق داروں کے حق ادا کرنا، محتاجوں کی دستگیری کرنا سب سے بڑی کرامتیں ہیں۔ صدقِ مقال اور رزقِ حلال کو ہر عمل کی بنیادی شرائط قرار دیتے اور فرماتے کہ ان کے بغیر مطلوبہ فیوض و برکات کا حصول ممکن نہیں۔

اس کے باوجود کہ آپ اپنی ذات کیلئے کشف و کرامات کے اظہار کو پسند نہ کرتے آپ کے فیوض و برکات کے نشانات قدم قدم موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ پر اکتفا کیا جائے گا۔

کوٹلی سفر کے دوران آپ کو ایک چشمہ پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ چشمہ جامع الفردوس اہار سے ٹھیک مغرب کی جانب چند گز کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کے ہمراہ ساتیں محمد اشرف تھے۔ آپ نے چشمہ کا پانی دیکھ کر فرمایا: ”بڑا مصفا پانی ہے۔ یہ پتھر کا پانی ہے۔“ اس سے زیادہ آپ نے کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔ خدا جانے کتنی

مدت سے یہ چشمہ موجود ہے اور لوگوں کی ظاہری پیاس بجھا رہا ہے مگر اس کی کوئی خصوصیت آشکار نہ ہوئی۔ قبولیت کی ساعت تھی۔ مرد خدا کی زبان سے نکلنے ہوتے کلمات نے وہ اعجاز دکھایا کہ تنہا یہ واقعہ آپ کے روحانی مقام کے تعین کے لئے کافی ہے۔ آج ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے کہ آپ کے اس دورے سے کچھ ہی عرصہ بعد اس چشمہ کے پڑوس میں ایک مسجد وجود میں آئی اور ایک درس قائم ہوا۔ عوام کے تصفیہ۔ قلب کا سلسلہ شروع ہوا۔ آج اس چھوٹے سے دیہات میں جو دینی تعلیم سے کوسوں دور تھا اکثر گھر حافظوں کا مرکز ہیں۔ بعض گھروں میں دو دو اور بعض میں تین تین حافظ موجود ہیں۔ اگہار کالونی کا حدود اربعہ بمشکل ایک کلو میٹر ہے مگر اس جامع الفردوس کو مرکز قرار دے کر ملک کے طول و عرض میں مساجد اور دینی مدارس کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ صرف دینی مدارس کی تعداد ۱۶۳ ہے جو مساجد میں چل رہے ہیں۔ اس سال (۱۴۱۳ھ) ماہ رمضان میں نماز تراویح پر مامور کیے گئے حفاظ کرام کی تعداد ۵۲۳ ہے۔ اس تعداد میں سامع حضرات شامل نہیں۔ یہی مسجد جامع الفردوس دربار عالیہ اگہار کے نام سے جانی جاتی ہے۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ان حیات آفریں کلمات اور چشمہ پر چند لمحوں کے قیام نے جو رنگ دکھایا سب کے سامنے ہے۔ اس سے ان کے فیوض و برکات اور روحانی مقام کو آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔

### فقرو استغناء اور قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ

استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ ہمیشہ راضی برضا الہی رہے۔ مکان کچا، مسجد کچی حتیٰ کہ بزرگوں کے مزارات تک کچے تھے۔ آپ کی ساری سوچ کا محور یہ تھا کہ

آپ کے سنگی اور صحبت میں رہنے والے طالبانِ حق، حق شناس اور خود شناس ہو جائیں۔ آپ ساری توانائی ان کی تربیت پر خرچ کرتے اور دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھتے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔

آپ کی شانِ استغناء کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ وصال کے وقت تجہیز و تکفین کے لیے گھر میں کچھ نہ تھا، آپ شیخ طریقت تھے۔ حلقہ۔ اثر تھا اور عقیدت مندوں کی ایک خاصی تعداد تھی۔ پھر زمینداری تھی مگر دنیا سے سفر اس حالت میں کیا کہ بقول غالب ”گھر میں پوریا نہ ہوا“ جن کا بھروسہ خدا کی ذات پر ہو وہ ذات اسباب پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اسی دن ایک سنگی کا بیس روپے کا منی آرڈر وصول ہوا اور آپ کی تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ بجز تین پارچہ بدنی آپ کے پاس کوئی زائد لباس نہ تھا۔ آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت قاضی فتح اللہ صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حسن رہتاسی رحمۃ اللہ علیہ کی بوقت وصال جو تصویر کھینچی ہے قبلہ۔ عالمِ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت بالکل اس کے مشابہ ہے۔

آخری وقت میں خدام نے بار بار قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کو پیش کیا اور وصیت کی درخواست کی۔ آپ نے صرف اتنا فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اچھا ہو گا۔“

عقیدت مند ہدایا پیش کرتے۔ آپ اکثر قبول فرماتے مگر آپ نے کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں کی بلکہ ہمیشہ سنگیوں کو تحریک کرتے کہ خالی ہاتھ آیا کرو۔ اس میں آسانی رہتی ہے۔ حالات کے تغیر سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وقت ساتھ نہ دے اور کوئی چیز لانے کی حالت میں نہ ہوں تو صحبت سے محروم رہ جائیں جس کی طریقت میں بڑی اہمیت ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہدیہ پیش کرتا تو

آپ قبول فرمائیے مگر اس کے مصرف کا خاص خیال رکھتے تاکہ ہدیہ دینے والے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔ کشف المحجوب میں فقیر کی جو تصویر کھینچی گئی ہے وہ آپ پر صادق آتی ہے: ”حقیقی فقیر وہ ہے جس کے ہاں کچھ بھی نہ ہو اور نہ کسی چیز سے اس کا نقصان ہو۔ وہ نہ تو اسباب دنیا کے موجود ہونے سے غنی ہوتا ہے اور نہ ان کے فقدان سے محتاج۔ اسباب کا ہونا یا نہ ہونا اس کے نزدیک یکساں ہے بلکہ نہ ہونے سے وہ زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ فقیر کا ہاتھ جتنا تنگ ہوتا ہے اتنا ہی اسے خدا کے ساتھ رابطہ استوار کرنے میں آسانی رہتی ہے۔“ ان کے نزدیک فقیر کا کمال یہ ہے کہ دونوں جہان بھی اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں تو وہ ان سے لاپرواہی کا اظہار کرتا ہے۔

### خاندانی قبور

آپ نے خاندان کی قبور زندگی میں پختہ نہیں کرائیں۔ محض گارے سے لپائی کر دی جاتی تھی۔ خود قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کافی عرصہ کچا رہا۔ بعد میں زائرین کے اصرار پر ان کی سہولت کے لیے مزار شریف پختہ کیا گیا۔ مزار شریف پختہ کرنے کے لئے مستری محمد ابراہیم صاحب آف اکھنور کی خدمات حاصل کی گئیں اور اسے مسقف کر دیا گیا تاکہ زائرین موسمی شدائد سے محفوظ رہیں۔ بزرگان دین کے مزارات اسی غرض سے مسقف کیے جاتے ہیں ورنہ مزار کی پختگی یا مسقف سے صاحب مزار کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

### حوادث کاسال

۱۹۹۲-۹۳ء۔ کاسال دربار عالیہ کے لئے آزمائش اور امتحان کاسال رہا۔

دربار عالیہ کو چند حادثوں سے گزرنا پڑا۔ ان حوادث کے اثرات اتنے ہمہ گیر تھے کہ

دربار عالیہ کے ساتھ ساتھ عقیدت مند بھی متاثر ہوئے۔ ۳ نومبر ۱۹۹۲ء کو میاں فضل الہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ آپ روحانی پیشوا تھے۔ ایک حلقہ اثر تھا۔ لوگوں کو اللہ اللہ بتاتے، صوم و صلوٰۃ کی تلقین کرتے، ضروریات دین کی واقفیت پہنچاتے اور دلوں کا تزکیہ کرتے۔ اس طرح بھولی بھٹکی مخلوق خدا کو ہدایت کی راہ دکھاتے۔ ان کے وصال سے ان کے عقیدت مند ان کی راہنمائی سے محروم ہو گئے اور دربار عالیہ ایک تجربہ کار، متقی اور پرہیزگار بزرگ سے خالی ہو گیا۔

ابھی اس حادثہ کو تین مہینے بھی مکمل نہ ہونے پاتے تھے کہ ایک اور جانکاح حادثہ رونما ہوا۔ یہ حادثہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ ذہنی طور پر کوئی بھی تیار نہ تھا۔ جو جہاں تھا دم بخود ہو گیا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۹۳ء کو صاحب زادہ محمد زاہد صاحب مدظلہ کی والدہ محترمہ نے وصال فرمایا اور عالم روحانیت میں ایک ایسا خلا پیدا ہوا جس کا احساس ہر خرد و کلاں کو ہے۔ آپ نے عمر بھر طبقہ اناث کی روحانی اور دینی خدمت کی۔ ان کے دکھوں اور دردوں کا مداوا کیا۔ ان کی ہنگامی حاجات کی طرف توجہ دی اور انہیں سامان تسکین مہیا کیا۔ عورتوں کو دین کی ضروریات سے آگاہ کیا۔ نماز روزہ کا پابند بنایا۔ ان کے اخلاق سنوارے۔ انہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے روشناس کیا اور بستیوں کے مزاج بدل کر رکھ دیئے۔ آج ان کے حلقہ اثر میں کوئی گھر خالی نہیں۔ جہاں عورتیں نماز روزہ کے علاوہ تہجد، اشراق اور اوابین نہ پڑھتی اور اسم ذات، نفی اثبات اور دیگر وظائف کا شغل نہ کرتی ہوں۔ اس ہمدرد و غمگسار روح کے اٹھ جانے کی وجہ سے اب ان کے ساتھ تعلق رکھنے والی مستورات حیران و پریشان ہیں اور ان میں یاس و قنوط نے ڈیرے جمار کھے ہیں۔

اس سال کے دوران ایک اور اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ ایک چودہ سالہ بچہ

محمد عمران ولد محمد صادق ممتی میں درس چوکی ٹینڈہ میں داخل ہوا۔ دھنوال کارہننے والا تھا۔ استاد کی روایت کے مطابق نہایت ذہین اور خلیق تھا۔ اسباق میں دلچسپی لیتا اور انتہائی فرمانبردار اور وفاتشار تھا۔ وہ ۲۷ جون ۹۲ء کو انتقال کر گیا۔ اس کی موت کا واقعہ بڑا روح فرسا تھا۔ صبح معمول صبح ۴ بجے جب پڑھنے کے لئے بیدار ہوا تو اس کے بازو سے ایک زہریلا سانپ لپٹا ہوا تھا۔ سانپ کو فوراً بازو سے علیحدہ کیا اور وضو کے لئے دوڑا۔ استاد اور طلباء نے جان بچانے کے لئے مقامی طور پر کوشش کی اور پھر ڈسٹرکٹ ہسپتال کو ٹلی لائے مگر زہر اپنا کام کر چکا تھا۔ بچہ جانبر نہ ہو سکا۔ اس واقعہ نے قبلہ حضرت صاحب مدظلہ العالی کا صبر و سکون کتنی دن تک چھینے رکھا۔ آپ فرماتے: ”جب مجھے اس بچے کا تصور آتا ہے میں بے اختیار ہو جاتا ہوں۔“ آپ کو ان ایام میں اکثر دیکھا گیا کہ بچے کا نام سنتے ہی آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور سسکیاں بھرنے لگتے۔ آپ فرماتے: ”یہ بچہ علم دین کی تلاش میں گھر سے دور خاندان سے جدا، معصومی کی حالت میں، بے کسی کے عالم میں جان دے کر شہادت کی شرائط پوری کر گیا۔ اس کی موت نے مجھے بے چین کر رکھا ہے اور اس کے غم میں آپ سے باہر ہوں۔ میرے صبر کے دامن کو اس واقعہ نے تار تار کر دیا ہے۔“

### قبلہ مائی صاحبہ رحمہ اللہ کا ختم شریف

عقیدت مند حضرات آگاہ ہیں کہ قبلہ بڑے مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد نصف صدی تک اس نظام کو چلایا اور آگے بڑھایا۔ آپ ہی کی دعا۔ سحر گاہی کا کرشمہ ہے کہ آج قریہ بہ قریہ حفاظ کرام موجود ہیں۔ مساجد آباد ہیں اور لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں۔ یہ سالانہ عرس مبارک خاندان کے دیگر بزرگوں کو بھی محیط ہے۔ ان کی ارواح کو بھی اس موقع پر ایصالِ ثواب کیا جاتا

ہے۔ اس مناسبت سے آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ قبلہ بڑے مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کے لیے درج ذیل ختم تجویز کیا گیا ہے۔ جو سنگی حصولِ برکت کے لئے پڑھنا چاہیں انہیں اجازت ہے۔

اول و آخر درود شریف۔ سو، سو بار  
 اَنْتَ الْهَادِي اَنْتَ الْحَقُّ لَيْسَ الْهَادِي الْاٰهُو ۵۰۰ بار  
 یہ کلمات آپ کو بہت پسند تھے۔ آپ کی مناجات صبح گاہی کا حصہ تھے اور آپ ان کی تکرار میں سرور محسوس کرتی تھیں۔

قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

گذشتہ احوال سے ظاہر ہے کہ آپ کی ساری زندگی و طیفہ۔ بندگی کی ادائیگی میں بسر ہوئی۔ معاملات ہوں یا عبادات شریعتِ حقہ کی حدود سے آپ نے کبھی تجاوز نہیں کیا۔ احکام شریعت سے ہٹ کر کشف و کرامات کی کرشمہ سازی سے کام نہ لیا۔ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کی مختصر تفصیل سے آپ خود اندازہ لگالیں گے کہ یادِ الہی کا ذوق و شوق آپ کی ذات پر کس قدر مستولی تھا۔

تحیۃ الوضوء، نماز تہجد اشراق اور اوابین پر زندگی بھر مواظبت رہی۔ صلوٰۃ لستیع خود بھی پڑھتے اور سنگیوں کو بھی اس کا پابند بناتے۔ انہیں عملی طور پر پڑھا کر اس کا شعور بخشتے۔ چنانچہ قبلہ۔ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے اکثر سنگیوں کا صلوٰۃ لستیع معمول ہے۔ نماز فجر سے اشراق تک گفتگو نہ فرماتے۔ دیگر اذکار کے علاوہ پانچ ہزار نفی اثبات حبسِ دم سے معمول رہا۔ بعد میں یہی تعداد تہلیل لسانی سے پوری فرماتے۔ پچیس ہزار اسم ذات ہفت لطائف پر روزانہ کا مشغل تھا۔ قرآن مجید کی منزل کے علاوہ نماز ظہر کے بعد دلائل الخیرات شریف، درود شریف،

حزب الاعظم شریف وغیرہ معمولات تھے۔ نماز ظہر سے قبل قیلولہ فرماتے۔ عصر سے مغرب تک گفتگو فرمانے سے احتراز برتتے اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے۔ ہر نماز کے بعد قرآن مجید کی مخصوص سورہ تلاوت فرماتے۔

ماحول کو کردار کی تعمیر میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس خاندان کا ماحول شروع سے دینی اور مذہبی ہے۔ ہر بچے کو شروع میں ہی ضروریات دین سے آگہی دے کر عملی زندگی میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ خاندان کے اکثر صاحبزادگان اور بعض صاحبزادیاں بھی حافظ قرآن ہیں۔ تصوف کی تعلیم کے ساتھ ساتھ احکام شریعت کی پابندی کا شعور شروع ہی سے پیدا کیا جاتا ہے۔ مثلاً نماز پر پابندی کے لیے اذان، اقامت اور امامت تک بتدریج پہنچایا جاتا ہے۔ یہ مدارج ایسے ہیں کہ نماز کی کوتاہی کا امکان نہیں رہتا۔

آج کی مبارک مجلس کا اختتام علامہ اقبال کے پیغام پر کرتے ہیں۔

کیسا پیدا کن باز مشتے گلے  
بوسہ زن بر آستانِ کالیے

اس لئے کہ

عاشقانِ او ز خوباں خوبتر  
خوش تر و زیبا تر و محبوب تر

چونکہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا رابطہ قائم کر کے فیض یاب ہونا ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، لہذا علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے مردِ کامل کے آستانہ مبارک پر حاضری دی جاتے جو صحیح معنوں میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا عاشق ہو۔

اعلنا السلام

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

